دوامِ حدیث

قسط نمبر ۱۲

حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی

ایک اسلام

اس کے بعد ایک اور حدیث لکھتے ہیں، کہتے ہیں:

"چلتے چلتے ذرا اس حدیث پر بھی نظر ڈالتے جائیے،

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میرا نکاح رسول اللہ صلعم سے چھ برس کی عمر میں ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے نو برس کی عمر میں مجامعت کی" (مسلم)

یہ مت بھولیئے کہ اس وقت حضور کی عمر ۵۴ برس تھی، اور یہ بھی مت بھولیئے کہ مسلم کی ایک حدیث کے مطابق حضور کے ہاں آنے سے۔ پہلے حضرت عائشہ تپ محرقہ میں مہینہ بھر مبتلا رہ چکی تھیں اور آپ کے تمام بال جھڑ چکے تھے۔ اتنی نابالغ بچی جو، مہینہ بھر تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر کانٹا ہو چکی ہے، کیا ایسی بچی مجامعت کی تاب لاسکتی ہے؛ اور مجامعت بھی ایک ایسے مرد کے ساتھ جس میں بقول بخاری تیس مردوں کی طاقت تھی" (دو اسلام، صفحہ ۲۲۲)

الجواب:

اس اعتراض کی نوبت صرف یہ ہے کہ عمر کم ہے، نابالغ ہے اور یہی غلطی کی وجہ ہے۔ نو سال کی عمر میں بعض علاقوں اور خاندانوں میں لڑکیاں بالغ ہو جاتی ہیں۔ بلکہ بعض لڑکے بھی دس سال کے

بالغ ہو جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو کے لڑکے اپنے باپ عمرو بن عاص سے صرف گیارہ سال چھوٹے تھے (تذکرہ ذہبی) ان کا نکاح کم از کم دس سال کی عمر میں ہوا ہوگا اور سال کے بعد وہ پیدا ہوئے ہونگے۔ لڑکیاں ہمیشہ لڑکوں سے پہلے بالغ ہوتی ہیں۔ آپ اپنے علاقہ اور اپنے خاندان کی لڑکیوں پر عرب اور قریش خاندان کی لڑکیوں کو قیاس کرتے ہیں۔

پھر اگرچہ بخار آیا، بال جھڑ گئے تھے تو اس کے بعد اتنی مدت بھی گزر چکی تھی کہ بال دوبارہ اگ کر کان سے نیچے کندھے تک پہنچ چکے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخار کا اثر کافی حد تک دور ہو چکا تھا۔ اور مسلم کے الفاظ کا جو ترجمہ کیا ہے " آپ نے مجھ سے نو برس کی عمر میں مجامعت کی " نہایت بیہودہ ہے، بے ادبی تو بڑی جرأت کی بات ہے! مسلم کے الفاظ ہیں:

" وبنی بی وانا بنت تسع سنین " (یہ الفاظ مصنف نے بھی نقل کئے ہیں)

بنا کا لفظ، اس امر سے کنایہ ہے کہ عورت کو خاوند کے ہاں بھیج دیا جائے۔[۲]

آگے ایک اور حدیث لکھتے ہیں:

" ذرا یہ حدیث بھی دیکھیے "

سبرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے متعہ (متعہ کی نفسیر وہ واقعہ ہے جو اسی حدیث میں بیان ہو رہا ہے) کی اجازت طلب کی، آپ نے دے دی۔ چنانچہ میں اور میرا ایک ساتھی بنی عامر کی ایک عورت کے پاس گئے جو ایک خوبصورت ناقہ کی طرح جوان تھی ہم نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس نے پوچھا کیا دو گے؟ میں نے کہا یہ چادر، پھر میرے ساتھی سے بھی یہی سوال کیا، اس کے پاس بھی صرف چادر ہی تھی، اس کی چادر خوبصورت تھی اور میں خود خوبصورت چنانچہ اس نے مجھے پسند کیا اور میں اس عورت کے پاس تین راتیں ٹھہرا۔" (مسلم ج ۳ صفحہ ۴۴۲)

ـ۱ بخاری شریف ــــــــــــــــ ـ۲ اب ذرا اس مفہوم کو ذہن نشین رکھتے ہوئے مصنف کے الفاظ پر غور فرمایئے ۔ ۔ ۔ "کیا ایسی بچی مجامعت کی تاب لا سکتی ہے اور مجامعت بھی ایسے مرد کے ساتھ جس میں بقول بخاری تیس مردوں کی طاقت تھی" ـــ دیکھیے احادیث سے بدظن کرنے کے لیے کس قدر ہلکی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ صاف اور سیدھا ترجمہ یہ ہے کہ " نو برس کی عمر میں میری رخصتی ہوئی "! (ادارہ)

تو پھر کیا حکم ہے ان خواتین کے متعلق جو لپٹا در سے چل ٹپی بازار میں کچھ ایسے ہی مقاصد لے کے جاتے ہیں؟"

صحیح مسلم میں ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم الفتح عن متعۃ النساء"

کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن متعہ سے روک دیا تھا" لیکن صفحہ ۴۴۳ میں یہ روایت موجود ہے، حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلعم اور حضور کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا دیکر عورتوں کا استعمال کیا کرتے تھے اور اس حرکت سے ہمیں حضرت عمرؓ نے روک دیا۔

اس تمام عبارت کا مطلب یہ ہے کہ متعہ بھی آجکل کی بازاری عورتوں کے کسب کی طرح ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ یہ جائز نہیں؛ اور اس میں احادیث بھی متعارض ہیں، کسی میں اجازت کسی میں ممانعت، اور کسی میں آنحضرت کے زمانہ میں ممانعت اور کسی میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ممانعت؟" (رد اسلام ص ۲۲۵)

الجواب: اصل بات یہ ہے کہ متعہ کا رواج جاہلیت کے زمانہ میں تھا۔ مگر قرآن نے مکہ ہی میں اس کو بند کر دیا تھا:

"فمن ابتغی وراء ذالک فاولٰئک ھم العادون"

یعنی جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی جگہ اپنی شہوت پوری کرے وہ حد سے بڑھنے والا ہے؛ مگر نکاح باقی رہا۔ اور نکاح کی مختلف شکلیں تھیں۔ ایک شکل وہ ہے جو آج کل جاری ہے، اس کے علاوہ اور شکلیں بھی تھیں، ان میں ایک نکاح مؤقت کی صورت تھی۔ یعنی ایک عرصہ معینہ کے لئے نکاح کرنا، اس میں نکاح بھی ہوتا تھا، مگر ایام معین ہوتے تھے، اسی کا ذکر سبرہ کی حدیث میں ہے اس کو مجازاً متعہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ متعہ حظ تو مکہ میں ہی حرام ہو گیا تھا۔ مگر لوگ نکاح مؤقت کرتے تھے اور اس پر بھی متعہ کا اطلاق کرتے تھے۔

اور یہ نکاح مؤقت جس پر متعہ کا اطلاق کیا گیا ہے، اس کی بھی ممانعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کر دی گئی تھی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ قیامت تک حرام کر دیا گیا ہے۔ مگر بعض لوگ جن کو اس نہی کا علم نہ ہوگا تو اپنی جگہ حلال سمجھ کر کرتے رہے۔ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے منع کر دیا، یہ مطلب نہیں کہ جائز تھا اور حضرت عمرؓ نے منع کر دیا۔

سلہ اب بتائیے، احادیث میں کیا تعارض ہے؟ نیز یہ بھی کہ اس بات کو ٹھی بازار میں لپٹ در سے چل کر آنے والی خواتین پر کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے جبکہ اسلام نے اسے مطلقاً قیامت تک حرام کر دیا ہے؟ رہے وہ لوگ جو اسے حلال سمجھ کر کرتے رہے، ظاہر ہے غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ اور غلط فہمی کی وجہ سے کسی چیز کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرنا اور بات ہے اور دیدہ دانستہ اس کا ارتکاب الگ بات! پھر ایک ایسی غلط بات سے جو لاعلمی میں سرزد ہوئی ہے، جواز کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟ اور پھر طرہ یہ کہ حدیث کے الفاظ موجود ہیں کہ "جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے منع کر دیا" اور اگر واقعی جواز کا پہلو نہیں نکلتا بلکہ یہ مطلقاً حرام ہے تو معاملہ صاف ہے، پھر اسے "آج کل کی بازاری عورتوں کے کسب" پر قیاس کر کے حدیث پر اعتراض کیا معنی رکھتا ہے؟

نہ جانے معترض صاحب یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ اسلام نے بعض چیزوں کی اصلاح بتدریج کی ہے مثلاً شراب کو ایک دم حرام نہیں کیا گیا، مالِ غنیمت کی محبت کو رفتہ رفتہ مسلمانوں کے دلوں سے محو کیا گیا۔ یہی حال متعہ کا ہے کہ پہلے متعہ حج حرام قرار دیا مگر نکاح مؤقت باقی رہا، پھر اس کو بھی قیامت تک کیلئے حرام کر دیا گیا۔ اور اس سلسلہ میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان کا مقصد ذہنی عیاشی نہیں ہے (جیسا کہ معترض کے الفاظ سے مترشح ہے) بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ دورِ جاہلیت کی اس لعنت کو بتدریج مسلم معاشرہ سے دور کیا گیا حتیٰ کہ یہ مطلقاً حرام قرار پایا۔ (ساجد)

(باقی)